حصول رزق حلال کی قرآنی تعلیم اور ہمارے معاشرتی رویے

Quranic teschings to earn right provisions and our social behaviours

ڈاکٹر تاج محمد[1]

Abstract:

Provision is a basic necessity of every living being. That is the reason why every living being seems to struggle for their provision. Human beings who have been titled as "Ashraf-ul-Makhooqat" meaning best of all creations specifically the people who have had faith in the revealed religion have been commanded to earn their provision by permissible means. Permissible is that, which has been allowed according to the rulings of Islam(Shariah) and must be obtained by permissible means. We have tried to point out a few noticeable advantages and disadvantages of the permissible and impermissible provision in the light of Quran and Hadees and the rulings of Islam. And we have also tried to put forward the example of economical traditions, which happens to be the main point.

Currently, our economy is surrounded by the issues, what are the reasons behind it; Not fulfilling our responsibilities of our occupation and we slack off in trade which makes permissible earning into impermissible and makes it doubtful.

Keyword: Quranic teschings- earn- provisions- our social- behaviours.

رزق اور اسکا حصول انسان کا پیدائشی حق اور اس کی ناگزیر ضرورت ہے اس کے بغیر اس کی زیست کی بقاء ہی ممکن نہیں ہے انسان ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جو تمام مخلوقات کا خالق و پروردگار ہے۔ ہر جاندار کی روزی کا انتظام اسکی ضرورت اور مزاج کے مطابق کر رکھا ہے اور ہر جاندار کی جبلت میں ڈال دیا ہے کہ اپنے حصے کے رزق کو حاصل کرنے کے لیے کوشش کرے بغیر جدوجہد کے تمہارا رزق تمہیں نہیں مل سکتا اسی قانونِ قدرت کے مطابق ہمارا مشاہدہ ہے کہ ہر جاندار اپنی روزی کے حصول کے لیے سرگرداں نظر آتا ہے۔ سورج نکلتے ہی ہر جاندار اپنے مزاج کی روزی کے تلاش و حصول کے لیے اپنے اپنے ٹھکانوں سے نکل پڑتے ہیں اور پورا دن اسی

[1] اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی۔ کراچی

جدوجہد میں گزار کر رات کو اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ آتا ہے۔ دن بھر کی تھکاوٹ دور کرنے کے لیے رات کو باعث سکون قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا، وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا، وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾[1]۔

یعنی تمہاری نیند کو تھکن دور کرنے کا ذریعہ ہم نے بنایا اور رات کو پردے کا سبب ہم نے بنایا اور دن کو روزی حاصل کرنے کا وقت ہم نے قرار دیا۔ یعنی رات اور دن ہر جاندار کی ضرورت اور فطرت کے عین مطابق بنایا تاکہ دن میں اپنی زندگی کی ضروریات پوری کریں اور تھکے ہارے رات کو آرام کر سکیں۔

انسان تمام مخلوقات میں اشرف تمام صلاحیتوں سے مزین اور ارادے کا مالک ہے اسے سامان زیست یعنی کھانا پینا، رہائش، لباس علاج معالجہ کے علاوہ دیگر ضروریات زندگی کے حصول کے لئے تاکید کی ہے کہ وہ ودیعت کردہ صلاحیتوں، طاقت وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے محنت اور کوشش کرتے ہوئے بہتر سے بہتر سامان زندگی حاصل کرسکتے ہیں۔ کائنات میں پھیلے ہوئے رزق کے حصول کے لیے اسے آزادی بھی دی جہاں سے چاہو اور جیسے چاہو اپنی روزی کا انتظام کرلو۔ قانون قدرت نے یہ اعلان بھی فرمادیا کہ: ﴿وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ﴾[2]. یعنی انسان کو اسکی سعی و کوشش کے سوا کسی اور چیز کا حق نہیں پہنچتا۔

گویا یہ باور کروادیا کہ رزق تو اللہ ہی دے گا لیکن تمہاری کوشش کے مطابق خالی اللہ پر توکل کر کے یہ انتظار کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتیں بغیر کچھ کئے ملیں گی۔ ایسا قانون قدرت میں نہیں۔ دیگر مخلوقات کے مقابلے میں انسان کو بایں طور مکلف قرار دیا کہ اسے تمامتر صلاحیتیں اور آزادی عطا کرنے کے بعد یہ تاکید کی کہ سامان زیست جو انسان کی بنیادی اور لازمی ضرورت ہے حلال اور جائز طریقے سے حاصل کی جائے اور حرام اور ناجائز طریقے سے روزی کے حصول کی سخت ممانعت فرمادی ہے۔ بالفاظ دیگر اسلام نے جن ذرائع سے حصول رزق کی اجازت دی ہے وہ جائز اور حلال ہیں اور جن سے روکا گیا ہے وہ حرام اور ناجائز ہیں۔

مومن کو خاص طور پر یہ تاکید کی ہے کہ وہ حلال وطیب اور پاکیزہ روزی استعمال کریں اور اسکے حصول کی کوشش کریں اور حرام اور حرام ذرائع سے روزی حاصل کرنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے یہ حلال اور پاکیزہ روزی کیسی ہوگی اور کس طرح حاصل کی جائے گی اسکی پوری وضاحت قرآن وحدیث میں جگہ جگہ کردی ہے۔ دنیا میں حصول رزق کے مختلف ذرائع ہیں مثلاً کہیں باقاعدہ سروس کے ذریعے روزی حاصل کی جاتی ہے کہیں محنت ومزدوری کے ذریعے رزق کا حصول ممکن بنایا جاتا ہے۔ کہیں خرید وفروخت کے ذریعے روزی حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ حصولِ رزق کا معاملہ خواہ محنت مزدوری ہو سروس کے ذریعے ہو یا پھر خرید وفروخت کے سب میں ایک قدرِ مشترک ہے اور وہ ہے "معاملہ"۔ جو بیع کی طرح عقد ہے جو ایجاب وقبول پر مشتمل ہے۔ ادارہ یا شخص پیش کش کرتا ہے اور خواہش مند آدمی اس پیش کش کو قبول کرتا ہے اس طرح دونوں فریقوں کے مابین معاملہ طے پاتا ہے۔ یعنی محنت مزدوری اور سروس میں انسان اپنی خدمات کو پیش یا فروخت کرتا ہے، شخص یا ادارہ اس کی خدمات کو معاوضے

کے بدلے میں خریدتا ہے اس طرح یہ معاملہ بھی خرید و فروخت جیسا ہے۔ کاروبار میں معاوضے کے بدلے میں چیز خریدی جاتی ہے اور سروس میں معاوضے کے بدلے میں خدمات لی جاتی ہیں، دونوں کی صورت ایک جیسی ہے اور اسے "اجارہ" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آجر اور اجیر کی اصطلاح مالک اور مزدور کے لیے عام استعمال کی جاتی ہے۔ اب اس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ انسان خواہ محنت مزدوری کرے یا باقاعدہ سروس اسے اس عقد کی پاسداری کرنی پڑتی ہے۔

اور یہ کہ ادارہ جب کسی شخص کو ملازمت کی پیش کش کرتا ہے تو اسے کام اور وقت کی نوعیت کے بارے میں بھی تفصیلات سے آگاہ کرتا ہے۔ یہ تفصیلات تحریری ہو یا زبانی، وقت اور کام کی نوعیت کے حساب سے اس کا معاوضہ طے کر دیا جاتا ہے۔ یعنی ادارہ اپنے ہاں کے ملازمت کے اصول و قواعد روزگار کے خواہش مند کے سامنے رکھتا ہے اور جو شخص ان اصولوں اور قواعد کی پابندی کی حامی بھرتا ہے ادارہ اسے ملازمت فراہم کرتا ہے۔ اب اس شخص کے لیے لازمی ہے کہ وہ ان اصولوں اور قواعد کی پابندی کرے اور جو معاہدہ ادارے سے کیا ہے اس کا ایفاء کرے بصورت دیگر بد عہدی اور خیانت ہو گی جس کی قدرت اجازت نہیں دیتی۔ قرآن کریم میں ایفائے عہد کی پاسداری کی تاکید جگہ جگہ کی ہے۔ قرآن کریم میں عقد کی پاسداری کا حکم ان الفاظ میں دیا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ (3) . یعنی اے ایمان والو اپنے عقد کو پورا کرو۔

اور اسی طرح قرآن مجید میں عہد کی پابندی کا بھی حکم دیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾[4] یعنی اپنے عہد کو پورا کرو کیونکہ عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا﴾ [5]. یعنی جب وہ کوئی عہد کرتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں۔ یہ عہد خواہ اللہ تعالیٰ سے ہو یا پھر بندوں سے بہر حال باز پرس ہو گی عہد پورا کرنے یا نہ کرنے کا حساب ہو گا۔

ان آیات مبارکہ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جہاں بھی عقد ہو یا عہد ہو اس کو پورا کرنا مومن کیلئے لازمی اور ضروری ہے بلکہ عہد کی پاسداری کرنا یہ مومن کی شان ہے عقد کی پاسداری نہ کرنے کا وبال جہاں دنیا میں ہو گا وہیں آخرت میں بھی اس کا مواخذہ ہو گا۔ بد عہدی کو نہ تو مخلوق پسند کرتی ہے اور نہ ہی اللہ اور اسکا رسول پسند کرتا ہے قرآن کریم میں تو بد عہدی کا شیوہ ان لوگوں کا بیان کیا گیا ہے جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان نہیں رکھتے۔

اسلام نے خود احتسابی پر بہت زور دیا ہے کیوں کہ خود احتسابی کے بغیر انسان نہ تو اپنی اصلاح کر سکتا ہے نہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو گا اور نہ ہی کامل مومن بن کر نجات پا سکتا ہے۔ انسان کے عمل کا تعلق معاملات سے ہو یا عبادات سے نجی زندگی کا معاملہ ہو یا قومی امور کا خود احتسابی کے بغیر بے معنے اور بے حیثیت ہو گا۔ محنت و مزدوری کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ جو کام ان کے کرنے کے لئے سپرد کیا جائے اسے دیانت داری سے انجام دیں تو تب انکی روزی حلال ہو گی اگر اس میں انہوں نے کوتاہی برتی تو نتیجتاً انکی روزی

اور مزدوری بھی مشتبہ ہوگی۔ اسی طرح سروس کرنے والوں کے لیے بھی لازمی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے انجام دینے کی کوشش کریں تاکہ ان کو ملنے والا معاوضہ حلال اور پاکیزہ ہو۔ خصوصاً سرکاری ملازمتوں سے وابستہ افراد جنہیں قانون نے مکمل آزادی دے رکھی ہے اس حوالے سے کوشش کریں کہ جن ذمہ داریوں کے عوض انہیں معاوضہ دیا جارہا ہے ان ذمہ داریوں کو پورا کریں تاکہ ان کی روزی حلال وپاکیزہ ہو لیکن حالت یہ ہے کہ اس آزادی نے ہمارے رویوں کو بدل دیا ہے۔ ذمہ داریوں کا احساس مفقود ہوتا جارہا ہے اور ساری توجہ معاوضہ پر دی جارہی ہے۔ آخری خواہش یہ ہوتی جارہی ہے کہ معاوضہ بھی گھر بیٹھے ملتا رہے ملازمت پر جانے کی ضرورت کیا ہے۔ ایسا کہیں کہیں عملی طور پر ہو بھی رہا ہے اور وہ اپنی جگہ بہت خوش اور مطمئن بھی ہیں۔ حتیٰ کہ پیغمبری طریق سے وابستہ لوگ بھی اسی ڈگر پر چل رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہورہا ہے کہ سرکاری تعلیمی ادارے زبوں حالی کا شکار ہیں بڑی بڑی شاندار عمارتیں ویران پڑی ہیں۔ مذہبی شعور رکھنے والے عام لوگوں سے ایک قدم آگے ہیں۔ ہمیں سوچنا ہے کہ کیا ہم جن ذمہ داریوں کا معاوضہ لے رہے ہیں ان کو پورا کرتے ہیں اگر نہیں تو کیا یہ معاوضہ ہمارے لئے جائز حلال وطیب ہے۔؟ ہرگز نہیں ہر شخص اس بات کو جانتا ہے لیکن بے حسی کا شکار ہے آنکھیں بند کئے انجام سے بے خبر ہے۔

مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہماری کوئی بھی حرکت رب سے پوشیدہ نہیں کیونکہ اس نے ہم پر کراما کاتبین کی صورت میں پہرے دار بٹھائے رکھے ہیں جن سے ہماری کوئی حرکت چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اس۔ سی۔ ٹی۔ وی کیمرے کی آنکھ ہمارے تمام معاملات کو نوٹ کر رہی ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ہم دنیاوی کیمرے کے سامنے تو بڑے محتاط رہتے ہیں کوئی ایسی حرکت نہیں کرتے کہ جس میں ہم پکڑے جائیں جبکہ اپنے خالق ومالک کے لگائے ہوئے کیمرے سے نہیں ڈرتے بڑی بے خوفی سے اللہ اور اسکے رسول کے احکامات کی پرواہ نہیں کرتے۔ بلکہ ہم نے اپنے معاملات کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے ایک دینی معاملہ اور دوسرا دنیاوی جہاں چاہتے ہیں دینی معاملے کو لے آتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں دنیاوی معاملہ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں ان کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا جہاں تک روزی روزگار کا معاملہ ہے تو اس کے بغیر تو دین کا معاملہ بھی درست نہیں ہو سکتا کیونکہ حدیث مبارکہ ہے جسے حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«﴿ أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ:﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا، إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ [المؤمنون: 51] وَقَالَ:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾[البقرة: 172] ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ، يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟»[6].

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاکیزہ چیز ہی کو قبول کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اسی بات کا حکم دیا جس کا اس نے رسولوں کو حکم دیا اس نے ارشاد فرمایا (اے رسولو: پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو) اور اس نے یہ بھی فرمایا (اے ایمان والو: ہم نے تمہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ) پھر نبی کریم ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے اس کے بال بکھرے ہوئے غبار آلودہ ہیں وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر اے میرے پروردگار اے میرے پروردگار کہتا ہے حالانکہ اسکا کھانا حرام ہے اسکا پینا حرام ہے اسکا لباس حرام ہے اسکو حرام غذا دی گئی تو اسکی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔

اسی طرح کی ایک اور روایت ہے جسے حضرت ابن عمرؓ نے روایت کیا ہے فرماتے ہیں:

« مَنِ اشْتَرَى ثَوْبًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ، وَفِيهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ، لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ لَهُ صَلَاةً مَادَامَ عَلَيْهِ »، قَالَ: ثُمَّ أَدْخَلَ أُصْبُعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: «صُمَّتَا إِنْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهُ يَقُولُهُ»[7].

کہ جس شخص نے دس درہم میں کپڑا خریدا ہو جس میں ایک درہم حرام کا تھا جب تک اس پر یہ کپڑا رہے گا اللہ اسکی نماز کو قبول نہیں فرمائے گا۔ فرماتے ہیں کہ اگر میں نے یہ فرمان رسول اللہ سے نہ سنا ہو تو میرے کان بہرے ہو جائیں۔

رہا معاملہ تجارت کا تو یہ ایک سرگرمی کا نام ہے جس کی بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ معاشرے میں رہنے والے سب لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے اور نہ ہی سب لوگ کسی ایک پیشہ سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اس لئے انسان بذات خود اپنی جملہ ضروریات پوری کرنے کی صلاحیت واہلیت نہیں رکھتا۔ اس لیے اسے اپنی ضرویات پوری کرنے کے لیے دوسروں کی احتیاج ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص معلم ہے یا ڈاکٹر وانجینئر ہے یا مزدور وزمیندار ہے یا صنعت کار ان کا انحصار ایک دوسرے پر ہے اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے بدل کو ذریعہ بنایا جاتا ہے شہروں میں رہنے والے زمیندار کے محتاج ہیں کہ اناج انہیں سے ہی مل سکتا ہے اور زمیندار اپنی حاجات کے لیے شہریوں کا محتاج ہے ان تمام افراد کی ضرورتیں پوری کرنے کا وسیلہ صرف تجارت ہے۔ موسموں کی تبدیلی حرارت اور برودت سے بچنے کے لیے موسمی لباس اور ضرورتوں کے پیش نظر تجارت کو مشروع فرمایا تا کہ معاشرے کا نظام بحسن وخوبی انجام پاسکے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو چوری لوٹ مار اور غصب کے ذریعے اپنی ضرورتیں پوری کی جاتیں یا پھر صبر کر کے موت کا انتظار کیا جاتا[8]۔

قرآن وحدیث میں حصول رزق کے جو اصول اور ضابطے مقرر کئے ہیں۔ انہی اصولوں پر مبنی ماہرین شریعت نے بیع وشرا اور دیگر ذرائع کے لیے قانون سازی کی ہے۔ ہم سب سے پہلے قرآن مجید میں حلال روزی کے لیے بیان کئے گئے اصولوں کا ذکر کریں گے۔ اور بعد ازاں احادیث کی روشنی میں رزق حلال کے حصول کی ترغیب اور حرام روزی اور اس کے حصول کے نقصانات پر گفتگو ہوگی۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ رزق حلال اور طیب کھانے کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔ جو اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ حرام سے بہر صورت اجتناب کیا جائے۔ "حلالا طیبا" کا بار بار تکرار اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ایسا حلال جو تمہیں فائدہ دے تمہاری غذائیت اور

صحت برقرار رکھنے کا سبب بنے اگر حلال ہے اور کسی شخص کے لیے طیب نہیں یعنی اسکے استعمال سے فائدے کے بجائے نقصان ہے تو اس سے بچنے اور ہاتھ روکنے کی طرف اشارہ ہے۔ رہا مسئلہ حرام کا تو یہ سرے سے ہی نقصان اور خسارے کا سودا ہے جس سے ہر حالت میں بچنے کی تاکید ہے۔

حلال وطیب رزق:

مسلمانوں کے لئے لازمی اور ضروری ہے کہ ان کی روزی حلال اور پاکیزہ ہو یہ نہ صرف ضروری ہے بلکہ عین عبادت ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ» [9]۔ اگر روزی حلال نہیں تو عبادت بھی قبول نہیں یہی وجہ ہے کہ ہمارے کرنسی نوٹ پر یہ واضح تحریر موجود تھی جو آج نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ نوٹ ہو چاہے حلال ہو یا حرام۔ حدیث مبارکہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، لاَ يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ، أَمِنَ الْحَلاَلِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ» [10]. لوگوں پر ایسا وقت آئے گا لوگ یہ نہیں دیکھیں گے کہ حلال ہے یا حرام۔

حلال اور پاکیزہ روزی کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ﴾ [11]۔ کھاؤ وہ جو تمہیں اللہ نے رزق دیا ہے حلال اور طیب۔

آیت مبارکہ میں کھانے کے بارے میں دو الفاظ کا ذکر فرمایا۔ ایک حلال اور دوسرا طیب۔ حلال اور طیب کیا ہیں؟ امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: « فَإِنَّ قَوْلَهُ: حَلَالًا الْمُرَادُ مِنْهُ مَا يَكُونُ جِنْسُهُ حَلَالًا وَقَوْلُهُ طَيِّباً الْمُرَادُ مِنْهُ لَا يَكُونُ مُتَعَلِّقًا بِهِ حَقُّ الْغَيْرِ » [12]. ترجمہ: یعنی حلال سے مراد یہ ہے کہ وہ شئے جو بجنسہ حلال ہو اور طیب سے مراد یہ ہے کہ اس شئے میں کسی اور کا حق نہ ہو۔

جس چیز سے حرمت کی گرہ کھل گئی ہو وہ حلال ہے اور طیب وہ چیز ہے جو حلال ذرائع سے حاصل ہوئی ہو۔ سہل بن عبد اللہ نے کہا کہ نجات تین چیزوں میں ہے حلال کھانا، فرائض کو ادا کرنا اور نبی ﷺ کی اقتداء کرنا۔ نیز سہل نے کہا حلال مال وہ ہے جو سود حرام رشوت خیانت مکروہ اور شبہ سے محفوظ ہو [13]۔ حلال اور پاکیزہ کمائی کے بارے ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ ﴾ [14]. ترجمہ: "اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔

پاکیزہ کمائی وہی ہو سکتی ہے جو اللہ اور اسکے رسول کے حکم وہدایت کے مطابق ہو اور جو کمائی اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق ہو اور شریعت کی رُو سے درست نہ ہو وہ کبھی پاکیزہ نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس چیز کو صدقہ کرنا چاہیئے جو فی نفسہٖ حلال اور طاہر ہو اور وہ چیز حلال اور جائز ذرائع سے حاصل کی گئی ہو [15]۔ علامہ صابونی فرماتے ہیں:«إباحة الأكل من الطيبات للمؤمنين بشرط أن يكون من الكسب الحلال» [16]. یعنی مومنوں کے لیے طیب کھانا مباح قرار دیا ہے بشرطیکہ وہ حلال کمائی میں سے ہو۔

اس آیت میں مذکورہ طیبات کا معنی اچھی اعلیٰ و محبوب چیز کے بیان کئے گئے ہیں اس طرح اعلیٰ و محبوب چیز وہی ہو سکتی ہے جو حلال اور حلال ذرائع سے حاصل کی ہو۔ حرام اور حرام ذرائع سے حاصل کردہ مال اللہ کی راہ میں ثواب سمجھ کر خرچ کرنا ثواب کے بجائے گناہ اور سنگین جرم ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہاتھ کی کمائی کو طیب اور پاکیزہ کہا ہے ام مؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:« إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ، وَإِنَّ أَوْلَادَكُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ» [17]. یعنی سب سے زیادہ پاکیزہ کھانا وہ ہے جو تم اپنے ہاتھ سے کماتے ہو اور تمہاری اولاد بھی تمہارے کسب میں ہے۔

اور حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:«مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ، خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ» [18]. کہ انسان جو رزق کھاتا ہے اس میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائے، اور اللہ تعالیٰ کے نبی داود علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

باطل طریقوں سے مال کھانے کی ممانعت:

قرآن وحدیث میں حلال اور جائز طریقوں سے حصول رزق کی تاکید بھی فرمادی اور اسکے ساتھ ہی حرام اور باطل طریقوں سے حصول رزق کی سختی سے ممانعت فرمادی ہے۔

جوا، رشوت، غصب، دھوکہ فراڈ، بھتہ خوری اغوا برائے تاوان، دوسروں کا حق مارنا، گھر بیٹھے تنخواہیں وصول کرنا، منشیات کی آمدنی غرض ہر وہ آمدنی جس میں آدمی کا حق نہ ہو وہ باطل اور حرام ہے جس سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

قرآن مجید میں باطل طریقوں سے حصولِ رزق کی ان الفاظ میں ممانعت فرمائی ہے:﴿ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [19]. یعنی تم ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ اور نہ رسائی حاصل کرو اس مال سے (رشوت دیکر) حاکموں تک اور نہ کہ یوں کھاؤ کچھ حصہ لوگوں کے مال کا ظلم سے حالانکہ تم جانتے ہو (اللہ نے یہ حرام کیا ہے) اس آیت مبارکہ کی تشریح کرتے صاحب تفسیر کشاف لکھتے ہیں:« ولا يأكل بعضكم مال بعض بِالْباطِلِ بالوجه الذي لم يبحه الله ولم يشرعه. ولا تُدْلُوا بها ولا تلقوا أمرها والحكومة

فیہا إلى الحكام لِتَأْكُلُوا بالتحاكم فَرِيقاً طائفة مِنْ أَمْوالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ بشهادة الزور، أو باليمين الكاذبة، أو بالصلح، مع العلم بأن المقضى له ظالم»[20].

ترجمہ: باطل طریقے سے ایک دوسرے کا مال مت کھاؤ سے مراد یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے نہ تو مباح قرار دیا ہے اور نہ ہی مشروع۔ وتدلوبہا سے مراد یہ ہے کہ حکومت سے وابستہ کاموں کو ان حکام تک نہ پہنچاؤ کہ وہ مال کھا کر فیصلہ کریں یعنی لوگوں کا مال کھانا گناہ ہے۔ جھوٹی گواہی دے کر یا جھوٹی قسمیں کھا کر یا یہ کہ دو فریقوں کے درمیان صلح کراتے ہوئے یہ جان کر بھی کہ فیصلہ طلب کرنے والا ظالم ہے۔

علامہ زمخشریؒ نے ''تدلوا بہا'' کا معنیٰ رشوت کے بھی لیا ہے۔ فرماتے ہیں:« (وَتُدْلُوا بِها) وتلقوا بعضها إلى حكام السوء على وجه الرشوة» (21). علامہ فخرالدین رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:« اعْلَمْ أَنَّهُمْ مَثَّلُوا قَوْلَهُ تَعَالَى: وَلا تَأْكُلُوا أَمْوالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِقَوْلِهِ: وَلا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ [الْحُجُرَاتِ: 11] وَهَذَا مُخَالِفٌ لَهَا. لِأَنَّ أَكْلَهُ لِمَالِ نَفْسِهِ بِالْبَاطِلِ يَصِحُّ كَمَا يَصِحُّ أَكْلُهُ مَالَ غَيْرِهِ. قَالَ الشَّيْخُ أَبُو حَامِدٍ الْغَزَالِيُّ فِي كِتَابِ الْإِحْيَاءِ: الْمَالُ إِنَّمَا يَحْرُمُ لِمَعْنًى فِي عَيْنِهِ أَوْ لِخَلَلٍ فِي جِهَةِ اكْتِسَابِهِ»[22].

ترجمہ: جان لینا چاہئے کہ ولا تاکلوا اموالکم بینکم کی مثال ایسی ہے جیسے فرمانِ خداوندی ہے ولا تلمزوا انفسکم (اپنے آپ کو عیب مت لگاؤ) اور یہ اسکی الٹ ہے یعنی اپنے ہی مال کو باطل طریقے سے کھانا ایسا ہی ہے جیسے غیر کے مال کو کھایا جائے۔ شیخ الاسلام امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ مالِ حرام اس حیثیت سے کہ وہ عین ہو یا جس (حرام) ذریعے سے اکتساب کیا ہو۔

غیر کے اموال کو باطل طریقہ سے کھانے کی جہاں ممانعت ہے وہیں اپنے مال کو بھی ناجائز طریقے سے برباد کرنے کی بھی ممانعت ہے۔ جیسے شراب نوشی جوا، زنا، لواطت یا دیگر محرمات میں صرف کرنا۔

امام جصاص فرماتے ہیں:«أَكْلُ الْمَالِ بِالْبَاطِلِ عَلَى وَجْهَيْنِ: أَحَدُهُمَا: أَخْذُهُ عَلَى وَجْهِ الظُّلْمِ وَالسَّرِقَةِ وَالْخِيَانَةِ وَالْغَصْبِ وَمَا جَرَى مَجْرَاهُ، وَالْآخَرُ: أَخْذُهُ مِنْ جِهَةٍ مَحْظُورَةٍ، نَحْوَ الْقِمَارِ وَأُجْرَةِ الْغِنَاءِ وَالْقِيَانِ وَالْمَلَاهِي وَالنَّائِحَةِ وَثَمَنِ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْحُرِّ وَمَا لَا يَجُوزُ أَنْ يَتَمَلَّكَهُ»[23].

ترجمہ: مال کو باطل طریقے سے کھانے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مال ظلم کے ذریعے حاصل کیا ہو مثلاً چوری، خیانت، غصب یا اسی طرح کی دیگر صورتیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حرام ذریعے سے مال حاصل کیا گیا ہو۔ جیسے درختوں پر پھل، گانے کی اجرت، غلام کی اجرت، کھیل تماشے کی اجرت اور نوحہ کرنے کی اجرت اور شراب خنزیر اور آزاد شخص کی قیمت اور وہ معاملات جائز نہیں جن کا وہ مالک نہیں ہے۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ رزق حلال نہیں جو باطل طریقوں سے حاصل کیا جائے مثلاً چوری، دھوکہ دہی، ملاوٹ جبر واکراہ، بھتہ، رشوت، دوسروں کا حق مار کر سود وغیرہ کے ذریعے حاصل ہونے والا رزق حلال وپاکیزہ نہیں بلکہ باطل اور حرام ہے۔ اسی طرح اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہ کرنا خیانت ہے جس کے ذریعے حاصل ہونے والا رزق حلال اور پاکیزہ نہیں ہو سکتا۔

جھوٹی قسمیں کھا کر، کلمہ شرک کہہ کر یا ظلم کے ذریعے دھوکہ فریب دے کر لوگوں کو غلط عقائد و نظریات پر کاربند کرنا باطل طریقہ ہے[24]۔

جعلی عامل پیر اور حکیم لوگوں کو دھوکہ دے کر ناجائز مال بٹورتے ہیں یہ بھی باطل طریقے اختیار کیے ہوئے ہیں۔ وَلَا تُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ۔ یعنی نہ تعلق پیدا کرو حکام تک تاکہ اس تعلق کی وجہ سے لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھانے لگ جاؤ۔

رشوت کی تشبیہ ادلاء کے ساتھ دو وجہ سے ہے اول رشوت حاجت روائی کی رسی سے ہے۔ جیسے ڈول پانی سے بھرا ہوا ہو جو رسی کے ذریعے دور سے مقصود کو قریب کر دے یعنی مقصود تو بعید تھا لیکن رشوت کے ذریعے اسے قریب کر دیا گیا۔ ثانی رشوت لے کر حاکم جو فیصلہ کرے گا وہ ایسا ہو گا جو حقیقت میں راشی کے لیے ثابت نہیں ہو گا[25]۔

اس آیت میں نبی ﷺ کی تمام امت کو خطاب ہے اور اسکا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کا مال ناحق نہ کھائے جو اسود، دھوکے سے لیا ہوا مال غصب شدہ مال کسی کے حق کا انکار مثلاً کسی کی مزدوری اُجرت یا کرایہ داری کا انکار کر کے اسکا حق مارنا، یا وہ مال جس کو شریعت نے حرام کر دیا ہے۔ مثلاً فاحشہ کی اجرت شراب اور آزاد مرد کی قیمت یہ تمام قسم کے مال حرام ہیں اور ان کا کھانا ناجائز ہیں[26]۔

گانے بجانے کی حرمت ظنی ہے۔ ڈاڑھی مونڈنے کی اجرت فوٹو گرافی کی اجرت سینما کی آمدنی اداکاروں کی آمدنی رقص کی اجرت فلم کی وڈیو کیسٹ کے کاروبار کی آمدنی جان داروں کی تصویریں بنانے والے پینٹرز کی آمدنی کاہن اور نجومی کی آمدنی وغیرہ ان سب کی آمدنی حرام ظنی ہے[27]۔

قرآن مجید کی ان آیات کو سامنے رکھ کر ہر مسلمان ذی شعور اور باضمیر از خود یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ ہمارا رزق جو ہم خود کھاتے ہیں۔ بیوی بچوں کو کھلاتے ہیں مختلف صورتوں میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں کیا وہ حلال ہے۔ کن ذرائع سے حاصل کیا ہے۔ کیا اس میں ہمارا حق ہے۔ دولت کی ہوس راتوں رات امیر ہونے اور دنیا کے سامان تعیش کے حصول کے لیے اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ (الا بعض کے) دن رات اسی کوشش میں مصروف ہیں۔ منشیات کا کاروبار کرنے والے بھی بڑے فخر سے اپنے کاروبار کو یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس سے انسانوں کی زندگیوں کو برباد کر رہے ہیں لیکن اس کی ذرا پرواہ نہیں صرف مال آئے۔ ہماری دولت جمع ہوتی رہے۔ اسی طرح آج چند سکوں کے بدلے انسانی جان کا قتل بے خوف و خطر عام ہے۔ انہیں اس طرف سوچنے سمجھنے کی فرصت ہی نہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں موت سر پر آوازیں دے رہی ہے مرنے کے بعد اپنے خالق و مالک کو کیا جواب دیں گے۔

رشوت خوری اور اس کے نقصانات:

قرآن کریم میں ایسے لوگوں کے لیے سخت وعید سنائی ہے۔ جو حلال و حرام میں تمیز نہیں کرتے ناجائز ذرائع سے دولت جمع کرنے میں دن رات لگا دیتے ہیں۔ اسی حرام خوری کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿ وَتَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [28]. ترجمہ: ان میں بہت سے لوگوں کو تم دیکھو گے کہ وہ گناہ کے کاموں اور ظلم و زیادتی کی طرف اور حرام خوری میں لپک لپک کر آگے بڑھتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جو حرکتیں وہ کرتے ہیں وہ نہایت بُری ہیں۔

«إِنَّمَا السُّحْتُ أَنْ يَكُونَ لِرَجُلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَاهٌ وَمَنْزِلَةٌ وَيَكُونَ لِلآخَرِ إِلَى السُّلْطَانِ حَاجَةٌ، فَلَا يَقْضِي حَاجَتَهُ حَتَّى يُهْدِيَ إِلَيْهِ". وَرُوِيَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: "السُّحْتُ الرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ وَمَهْرُ الْبَغِيِّ وَعَسْبُ الْفَحْلِ وَكَسْبُ الْحَجَّامِ وَثَمَنُ الْكَلْبِ وَثَمَنُ الْخَمْرِ وَثَمَنُ الْمَيْتَةِ وَحُلْوَانُ الْكَاهِنِ وَالِاسْتِجْعَالُ فِي الْقَضِيَّةِ". فَكَأَنَّهُ جَعَلَ السُّحْتَ اسْمًا لِأَخْذِ مَا لَا يَطِيبُ أَخْذُهُ» [29].

ترجمہ: سحت سے مراد یہ ہے کہ آدمی حاکم کے پاس جاہ و منزلت کیلئے یا کسی حاجت روائی کیلئے کچھ دے کہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ سحت سے مراد کسی حکم میں رشوت دینا ہے، بدکار عورت کی کمائی، سانڈ، حجام، کتوں کی قیمت، شراب اور مردار کی قیمت، کاہن کی کمائی، فیصلہ کرنے کی مزدوری طلب کرنا۔ ان سب کی کمائی کا نام سحت رکھا گیا یعنی ایسا مال جس کا لینا درست یا پاکیزہ نہیں۔

مزید لکھتے ہیں کہ السحت سے مراد رشوت ہے نیز جب قاضی کسی سے ہدیہ لے تو گویا اس نے سحت کھایا ہے اور رشوت کھانے والے نے کفر کا ارتکاب کیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:« لَعَنَ اللَّهُ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ فِي الْحُكْمِ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ: اتَّفَقَ جَمِيعُ الْمُتَأَوِّلِينَ لِهَذِهِ الْآيَةِ عَلَى أَنَّ قَبُولَ الرُّشَا مُحَرَّمٌ، وَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّهُ مِنَ السُّحْتِ الَّذِي حَرَّمَهُ اللهُ تعالى» [30].

ترجمہ: حکم یعنی فیصلے میں رشوت لینے اور دینے کا معاملہ کرنے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے۔ ابو بکر کہتے ہیں کہ تمام متؤلین کا اس آیت کے بارے میں اتفاق ہے کہ اس سے مراد رشوت قبول کرنا ہے اور یہ حرام ہے۔ اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ سحت کے ذریعے حاصل ہونے والے مال کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ عَنِ السُّحْتِ أَهُوَ الرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ؟ فَقَالَ:﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ [31]. مسروق نے عبداللہ بن مسعود سے پوچھا گیا کہ سحت کا کیا معنی ہے؟ انہوں

نے کہا رشوت پھر سوال کیا گیا کہ رشوت لے کر ظلم کا فیصلہ کرنے والے کے لئے کیا حکم ہے انہوں نے کہا کہ یہ کفر ہے اور یہ آیت پڑھی کہ جو لوگ اللہ تعالی کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔

عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي فِي النَّارِ» [32] کہ رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں جہنم میں ہیں۔

حلال اور حرام کا اختیار:

قرآن مجید میں یہ اصول بھی طے کر دیا گیا کہ کسی چیز کے حلال اور حرام کرنے کا اختیار صرف اللہ اور اسکے رسول کو حاصل ہے۔ کسی بندہ بشر کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق جس کو چاہے حرام کر دے اور جس کو چاہے حلال۔ سورۃ النحل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ، مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [33].

ترجمہ: ”جن چیزوں کے بارے میں تمہاری زبانیں جھوٹی باتیں بناتی ہیں۔ ان کے بارے میں یہ کہانہ کرو کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ حرام ہے کیونکہ اسکا مطلب یہ ہوگا کہ تم اللہ پر جھوٹا بہتان باندھو گے۔ یقین جانو کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے (دنیا میں) انہیں جو عیش حاصل ہے۔ وہ تھوڑا سا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب تیار ہے۔

کفار مکہ کا طریقہ تھا کہ وہ جسے چاہتے حلال قرار دیتے اور جسے چاہتے حرام انہوں نے اپنے اوپر بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کو حرام قرار دیا اور یہ بھی کہتے کہ اس مادہ کے بطن میں جو بچہ ہے وہ خالص مردوں کے لیے ہے ہماری عورتوں پر حرام ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمادیا کہ حرام صرف یہی چار ہیں اس کے علاوہ کسی شی کو حلال و حرام قرار دینا یہ اللہ پر افتراء ہے اور اسکے لیے اللہ تعالیٰ نے شدید وعید فرمائی ہے [34].

باوجود اس قدر قرآنی صراحت اور وضاحت کے ہمارا حال یہ ہے کہ ہم خود ہی یہ طے کر لیتے ہیں کہ جو کچھ ہم کما رہے ہیں۔ وہ صحیح و درست ہے۔ رشوت لینے والا رشوت کو اپنا حق سمجھ کر لیتا ہے۔ بینکوں اور دیگر اداروں سے سود کو بھی اپنا حق جتلا کر جائز و صحیح قرار دیا جاتا ہے۔ غرض یہ کہ ہر شخص اپنی روزی اور اسکے ذرائع کو صحیح سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھنا اللہ تعالیٰ سے کھلا مقابلہ اور جنگ ہے۔ حرام کو حرام سمجھنے والا شخص شاید توبہ کر کے اللہ سے معافی مانگ لے لیکن حرام کو حلال جاننے والے کو یہ بھی نصیب نہیں ہوگا

ناپ تول درست رکھنے کی تاکید:

کاروبار میں دیانت داری کی تاکید فرمائی اور بددیانتی سے روکا گیا اسی سلسلے میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا خاص طور پر ذکر کیا گیا کہ وہ تجارت میں بددیانتی کرتے تھے۔ یعنی ناپ تول میں ڈنڈی مارتے۔ گویا بت پرستی کے ساتھ ساتھ ان میں ایک بڑی خرابی یہ بھی تھی کہ وہ کاروبار میں ڈنڈی مارتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں کہا:﴿ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ﴾ (35). "ناپ تول پورا پورا کرو اور جو چیزیں لوگوں کی ملکیت ہیں ان میں انکی حق تلفی نہ کرو اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد مت پھیلاؤ۔

اس نصیحت اور تاکید کو ماننے کے بجائے انہوں نے جواب دیا:﴿ قَالُوا يَاشُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ ﴾ [36]. "اے شعیب کیا تمہاری شریعت تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہمارے باپ دادا جن کی عبادت کرتے تھے ہم انہیں چھوڑ دیں اور یہ کہ ہم اپنے مال و دولت کے بارے میں جو چاہیں وہ بھی نہ کریں، تو بڑا ہی باوقار اور نیک چلن آدمی ہے۔

یعنی ہم جس طرح چاہیں کاروبار کریں دین کا اس سے کوئی تعلق نہیں یہ تو صرف دنیاوی معاملہ ہے۔ ہمارا مال ہے ہم جس طرح چاہیں تجارت کریں اسی سورت کی آیت ۸۴،۸۵ میں ارشاد فرمایا:﴿ وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرَاكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُحِيطٍ، وَيَاقَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴾ [37].

"اور مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی مت کیا کرو میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ خوشحال ہو اور مجھے تم پر ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تمہیں چاروں طرف سے گھیر لے گا۔ میری قوم کے لوگوں ناپ تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیز بھی گھٹا کر مت دیا کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے مت پھیرو۔

اس آیت مبارکہ میں غیر اللہ کی عبادت اور کاروبار میں ڈنڈی مارنے والوں کو سخت ترین عذاب کا مستحق اور کاربار میں بددیانتی کو زمین میں فساد پھیلانے کا باعث قرار دیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو کاروباری بدیانتی کے نتیجے میں سخت ترین عذاب سے دوچار کیا اور انہیں اس گناہ عظیم کی وجہ سے نیست و نابود کر دیا مذکورہ بالا قرآنی آیات جن میں دیانت داری سے کاروبار کرنے کی تاکید کی اور بددیانتی سے روکا گیا اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم جنہیں اس بددیانتی کی وجہ سے صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا بتایا یہ گیا کہ جو لوگ بددیانتی کے ذریعہ مال جمع کر کے اپنی تجوریاں بھرتے ہیں وہ اللہ تعالی کے غضب اور عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ مخلوق کا استحصال اللہ

تعالیٰ کو ہر گز پسند نہیں ہے۔ قرآن کریم کا یہ اسلوب ہے کہ سابقہ اُمتوں کی بداعمالیوں اور انکے برے انجام کو ذکر کر کے اہل ایمان کو متنبہ کرتا ہے کہ اگر تم نے بھی ایسی حرکتیں کیں تو تمہارا انجام بھی انہی اقوام کی طرح ہوگا گویا عملی طور پر اہل ایمان کو سمجھایا گیا ہے کہ برائی اور نافرمانی کا انجام تم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہو کسی شک وشبہ میں نہ رہنا۔ فاعتبروا یااولی الابصار سورہ رحمن میں بھی ناپ وتول کے توازن کو برابر رکھنے کی تاکید فرمادی گئی:﴿ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ﴾ [38].

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات سے تجارت ہو یا محنت ومزدوری ہو یا سروس کا ایک اصول یہ طے ہو گیا کہ ان تمام صورتوں میں دیانت داری کا مظاہرہ کیا جائے اور بددیانتی سے بچا جائے کیونکہ بددیانتی سے حاصل ہونے والا مال حلال اور پاکیزہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

سورۃ الشعراء میں بھی کاروبار میں ناپ تول درست رکھنے اور بددیانتی سے روکا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ. وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴾ [39]. " پورا پورا ناپ کر دیا کرو ان لوگوں جیسا نہ جو جو دوسروں کو گھاٹے میں ڈالتے ہیں اور سیدھی ترازو سے تولا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے مت پھرو۔

ناپ تول میں ڈنڈی مارنے والوں کیلئے وعید:

کاروباری حضرات کا شروع سے یہ معمول رہا ہے کہ زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کے لیے مختلف قسم کے حربے استعمال کرتے ہیں مثلاً ناپ تول میں کمی کرنا ملاوٹ کرنا تاکہ خود منافع میں رہیں اور خریدار نقصان اٹھائے قانونِ قدرت اسکی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ سورہ مطففین میں کاروبار میں ڈنڈی مارنے والوں کے لیے بڑی سخت وعید بیان فرمائی ہے تاکہ لوگ لین دین میں دیانت داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جائز تجارت کریں جس میں نہ خود نقصان اٹھائیں اور نہ ہی دوسروں کو نقصان پہنچائیں۔ ارشاد فرمایا:﴿ وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ. الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ. وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ. أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ. لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ﴾ [40].

"بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے جن کا حال یہ ہے کہ جب وہ لوگوں سے خود کوئی چیز ناپ کر لیتے ہیں تو پوری پوری لیتے ہیں اور جب وہ کسی کو ناپ کر یا تول کر دیتے تو گھٹا کر دیتے ہیں کیا یہ لوگ یہ نہیں سوچتے کہ انہیں ایک بڑے دن میں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

علامہ زمخشری فرماتے ہیں:«التطفيف: البخس في الكيل والوزن، لأنّ ما يبخس شيء طفيف حقير. وروى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قدم المدينة وكانوا من أخبث الناس كيلا، فنزلت، فأحسنوا الكيل. وقيل: قدمها وبها رجل يعرف بأبى جهينة ومعه صاعان: يكيل بأحدهما ويكتال بالآخر» [41].

تطفیف سے مراد ناپ تول میں کمی کرنے کو کہتے ہیں کیونکہ جو شخص ناپ تول میں کمی کرتا ہے وہ بہت تھوڑی سے کرتا ہے۔ روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ ناپ میں کمی کرتے ہیں تو حکم نازل ہوا کہ درست ناپو کہا گیا ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک شخص جن کا نام ابی جہینہ تھا اس کے پاس ناپنے کے دو صاع رکھے ہوئے ہیں لیتا ایک سے اور دیتا دوسرے سے

مزید لکھتے ہیں:

« وعن قتادة: أوف يا ابن آدم كما تحب أن يوفى لك، واعدل كما تحب أن يعدل لك. وعن الفضيل: بخس الميزان سواد الوجه يوم القيامة. وعن عبد الملك بن مروان: أن أعرابيا قال له: قد سمعت ما قال الله في المطففين: أراد بذلك أن المطفف قد توجه عليه الوعيد العظيم الذي سمعت به، فما ظنك بنفسك وأنت تأخذ أموال المسلمين بلا كيل ولا وزن» (42).

یعنی قتادہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوسروں کو پورا پورا حق دو جیسے تم اپنے لیے پسند کرتے ہو کہ تمہیں تمہارے پورا حق ملے اور یہ کہ تم عدل کرو جیسے کہ تم اپنے لیے عدل پسند کرتے ہو۔ فضیل سے روایت ہے کہ میزان میں کمی کرنے والے کا قیامت کے دن منہ کالا ہوگا۔ عبد الملک بن مروان کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نے کہا کہ میں نے سورۃ مطففین میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے اور اس میں مطفف کے لیے شدید ترین وعید آئی ہے تمہارا اپنے بارے میں کیا گمان ہے کہ تم لوگوں سے مال بغیر ناپ تول کے لیتے ہو۔

پیر کرم شاہ الازہری مطففین کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مطفف، طفیف سے ماخوذ ہے۔ ھو القلیل اسکا معنی قلیل ہے۔ مطفف کو مطفف اس لیے کہا جاتا ہے کہ حقدار کو اس کا پورا حق نہیں دیتا بلکہ کمی کر کے دیتا ہے کہ پیمانہ کو جھٹک کر یا ترازو میں ڈنڈی مار کر منوں کے حساب سے تو نہیں چراتا بلکہ تولے چھٹانک ہی ناحق مارتا ہے۔ آگے چل کر ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ان پانچ چیزوں پر یہ پانچ سزائیں ملتی ہیں جو قوم احکام الٰہی کے خلاف فیصلہ کرتی ہیں اللہ ان کو تنگ دست کر دیتا ہے۔ جو قوم عہد شکنی کرتی ہے۔ اللہ اس پر اسکے دشمن مسلط کر دیتا ہے۔ جس قوم میں بدکاری عام ہوتی اس پر طاعون پھیل جاتی ہے۔ جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے وہاں زرعی پیداوار میں برکت نہیں رہتی اور قحط سالی پھیل جاتی ہے۔ جو قوم زکوٰۃ نہیں دیتی اللہ ان پر بارش نازل نہیں فرماتا (43)۔

ناپ تول میں کمی بیشی کرنا یا ڈنڈی مارنا ایک حقیر اور معمولی حرکت ہے لیکن ایسی ذرا سی بد دیانتی بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا جرم ہے۔ جس کی روک تھام کے لیے یہ احکامات نازل فرمائے اور سورت کا نام ہی اس عنوان پر رکھا تا کہ کوئی شخص ذرہ برابر کسی کا

حق نہ مارے۔ یہی حکم محنت و مزدوری اور ملازمت پیشہ افراد کے لئے بھی ہے کہ اگر وہ اپنے کام و پیشے سے مخلص نہیں کام چوری کرتے ہیں یا ڈنڈی مارتے ہیں ذمہ داری کا پورا حق ادا نہیں کرتے تو وہ بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔

باہمی رضامندی کی تجارت:

قرآن حکیم میں تجارت کے لئے ایک اصول یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ باہمی رضامندگی سے ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ ﴾ [44].

ترجمہ: اے ایمان والوں! ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ مگر ایسی تجارت جس میں تمہاری باہمی رضامندی ہو۔ «بِالْبَاطِلِ بما لم تبحه الشريعة من نحو السرقة والخيانة والغصب والقمار وعقود الربا» [45]. ترجمہ: باطل سے مراد یہ ہے کہ وہ مال جس کو شریعت نے مباح قرار نہ دیا ہو جیسے چوری کرنا، خیانت کرنا یا کسی کے مال کو چھین لینا، جوا اور سود کے معاہدات۔

تجارت کے سلسلے میں قرآن کریم نے یہ اصول بھی متعین کر دیا کہ وہ فریقین کی باہمی رضامندی سے منعقد ہو۔ "باطل طریقوں" سے مراد وہ تمام طریقے ہیں جو خلاف حق ہوں اور شرعاً اور اخلاقاً ناجائز ہوں "لین دین" سے مراد یہ ہے کہ آپس میں مفاد و منافع کا تبادلہ ہونا چاہئے جس طرح تجارت اور صنعت و حرفت وغیرہ میں ہوتا ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کی ضروریات فراہم کرنے کے لیے محنت کرتا ہے اور وہ اس کا معاوضہ دیتا ہے۔ "آپس کی رضامندی" سے مراد یہ ہے کہ لین دین نہ تو کسی ناجائز دباؤ سے ہو اور نہ فریب و دغا سے۔ رشوت و سود میں بظاہر رضامندی ہوتی ہے مگر فی الواقع وہ رضامندی مجبوراً ہوتی ہے دباؤ کا نتیجہ ہوتی ہے جوئے میں بھی بظاہر رضامندی ہوتی ہے مگر در حقیقت جوئے میں حصہ لینے والا شخص اس غلط امید پر رضامند ہوتا ہے کہ جیت اسکی ہوگی ہارنے کے ارادے سے کوئی بھی راضی نہیں ہوتا۔[46]

یعنی یہ کہ جو تجارت باہمی رضامندی سے وجود میں آئی ہو تو وہ درست و جائز ہے۔ اگر فریقین میں سے کوئی شخص راضی نہ ہو خواہ مبیع کے حوالے سے ہو یا ثمن کے تو ایسی بیع درست نہیں ہوگی۔ یعنی جبر و اکراہ دھونس دھاندلی، وہشت گردی کر کے کسی چیز یا معاملے کو کسی اور شخص پر مسلط کرنے کی اجازت نہیں ہے۔۔ بائع و مشتری اگر کسی معاملے میں بھاؤ تاؤ کے ذریعے راضی ہو جائیں اگرچہ بازار میں اس چیز کی قیمت کم ہو یا زیادہ درست ہے شرط یہ ہے کہ معاملہ شرعی اعتبار سے لین دین کے لیے جائز اور درست ہو۔

سودی کاروبار:

کاروبار میں تاجروں کا بنیادی مقصد کاروبار کے ذریعے منافع حاصل کرنا ہوتا ہے اس لیے قرآن مجید میں یہ حکم ہوا کہ یہ منافع جائز اور شریعت کے متعین کردہ حدود میں رہ کر حاصل کیا جائے ظلم و زیادتی اور کسی کی مجبوری اور بے کسی سے فائدہ اٹھانے اور اس پر مزید بوجھ ڈالنے کی بھی اجازت نہیں دی۔

ایسی صورت کو قرآن مجید "سود" کا نام دیتا ہے۔ تجارت میں بھی منافع ہے اور کسی شخص کو قرض دے کر اس پر اضافی منافع حاصل کرنا یہ بھی تجارت کی طرح منافع ہی کی ایک صورت ہے لیکن شریعت نے اول الذکر کو جائز اور حلال قرار دیا اور موخر الذکر کو ناجائز و حرام قرار دیا ہے۔ اسی ظاہری شکل وصورت کو دیکھ کر کفار کہا کرتے تھے کہ سودی لین دین بھی تو تجارت کی طرح ہے جس کا جواب قرآن کریم میں اس طرح دیا گیا:﴿ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ (47).

ترجمہ: یہ اس لئے ہوگا کہ انہوں نے کہا تھا کہ "بیع بھی تو سود ہی کی طرح ہوتی ہے حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ آگے چل کر سورۃ البقرہ کی آیت ۲۷۶ میں اس ظاہری مشابہت اور اسکے ذریعے حاصل ہونے والے مال کی اصلیت، حکمت اور فلسفہ کا ذکر فرما کر ارشاد فرمایا:﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ﴾(48). یعنی اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:«اعْلَمْ أَنَّ بَيْنَ الرِّبَا وَبَيْنَ الصَّدَقَةِ مُنَاسَبَةٌ مِنْ جِهَةِ التَّضَادِّ، وَذٰلِكَ لِأَنَّ الصَّدَقَةَ عِبَارَةٌ عَنْ تَنْقِيصِ الْمَالِ بِسَبَبِ أَمْرِ اللّٰهِ بِذٰلِكَ، وَالرِّبَا عِبَارَةٌ عَنْ طَلَبِ الزِّيَادَةِ عَلَى الْمَالِ مَعَ نَهْيِ اللّٰهِ عَنْهُ، فَكَانَا مُتَضَادَّيْنِ» (49).

یعنی صدقہ اور ربا میں من جہت التضاد کی نسبت ہے کیونکہ صدقہ عبارت ہے۔ تنقیص المال سے اس کا سبب اللہ تعالیٰ کا امر ہے۔ اور ربا عبارت ہے زیادتی مال کی طلب سے جس سے اللہ نے منع کر رکھا ہے۔ اس لئے یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

ظاہر ہے کہ مالدار لوگ اپنی ناگزیر ضروریات زندگی کے لئے مہاجنوں کی طرف رجوع نہیں کرتے رہے ہونگے بلکہ وہ اپنے تجارتی مقاصد ہی کے لئے قرض لیتے ہوں گے پھر ان کے قرض اور اس زمانے کے قرضوں میں جو تجارتی اور کاروباری مقاصد سے لئے جاتے ہیں کیا فرق ہوا؟(50).

یعنی سود میں بظاہر تو بہت منافع نظر آتا ہے۔ بیٹھے بٹھائے کاروبار ترقی کر رہا ہے اور مال دولت کے انبار لگ جاتے ہیں۔ لیکن وہ خیر وبرکت سے خالی ہیں۔ دنیاوی اعتبار سے بھی نقصان ہے اور اخروی اعتبار سے سراسر نقصان کا سودا ہے۔ دنیا کا یہ مشاہدہ ہے کہ حرام کا مال یا تو حرام کاموں میں لگتا ہے یا پھر دیگر مصائب وآلام اور بیماریوں آفات اور حادثات کی نظر ہوتا ہے۔ ان تمام پریشانیوں کے باوجود ہم سودی لین دین کو نہیں چھوڑتے وجہ یہ ہے کہ اس طرف تو ہم غور نہیں کرتے کہ جو مصیبت ہمیں پہنچی ہے اس کی وجہ کیا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ سود خوروں کو آرام طلبی کی جو عادت پڑی ہوئی ہے اسے چھوڑنا نہیں چاہتے اگرچہ کوئی بھی صورت پیش آئے مشاہدہ ہے کہ سود خوروں کا دنیا میں بھی برا انجام ہوتا ہے اور آخرت کا تو ہے ہی۔ فرمایا کہ صدقات میں برکت ہے بظاہر صدقات دینے میں مال کی کمی لگتی ہے لیکن حقیقت میں وہ مال بڑھتا ہے اور پاک ہوتا ہے اور اس دنیا میں بھی برکت ہوتی ہے۔ اور آخرت میں کئی گنا

بڑھا کر ثواب دیا جاتا ہے۔ سچا کاروبار کر کے جائز نفع کمانے والوں کے مال میں برکت ہوتی ہے۔ چوری، ڈاکے، بیماریوں ناجائز تاوان اور کئی دیگر مصائب سے محفوظ رہتا ہے۔ حلال بابرکت ہوتا ہے اور حرام برکت سے خالی، اسکی مشاہداتی مثال یہ ہے کہ جو جانور حلال ہیں روزانہ کی بنیاد پر ذبح ہوتے ہیں اور بقرہ عید پر لاکھوں کی تعداد میں قربانی ہونے کے باوجود لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ حرام جانور ذبح بھی نہیں ہوتے اور پیداوار بھی زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن برکت سے خالی، خال خال ہی کہیں نظر آتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ مال مدت معینہ کے لئے دیتے تھے اور اس پر معینہ اضافہ مقرر کر دیتے جب مقررہ وقت پر صاحب مال اس شخص سے اپنے مال معہ اضافہ واپس کرنے کا مطالبہ کرتا۔ مقروض کے پاس مال کی ادائیگی کے لئے کچھ نہ ہوتا تو وہ اس سے یہ کہتا کہ تم مدت بڑھادو میں تمہارے لئے مال میں اضافہ کردوں گا۔ وہ دونوں اس پر راضی ہو جاتے اس طرح دگنا منافع حاصل کرتے۔ اسی قسم کے کاروبار آج کل بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں میں ہوتا ہے[51]۔

قرآن کریم میں سود کی اخروی سزا کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:﴿ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴾[52]۔

ترجمہ: ”جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت میں) اٹھیں گے تو اس شخص کی طرح اٹھیں گے کہ جسے شیطان نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو۔ یہ اس لئے ہوگا کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع بھی سود ہی کی طرح ہوتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ لہٰذا جس شخص کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت آگئی اور وہ (سودی معاملات سے) باز آگیا تو ماضی میں جو کچھ ہوا وہ اسی کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے اور جس نے لوٹ کر پھر وہی کام کیا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

حضور ﷺ کا سود کے لین دین کے متعلق فرمایا حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:« لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا، وَمُؤْكِلَهُ، وَكَاتِبَهُ، وَشَاهِدَيْهِ »[53]۔

ترجمہ: سود کھانے سود کی وکالت کرنے لکھنے اور گواہی دینے والے پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

تجارت کا مقصد تو یہ ہے کہ اس کے ذریعے نفع کمایا جائے لیکن نقدی اس کام کیلئے نہیں بنائی گئی کہ اسے سامان تجارت بنا کر نفع کمایا جائے بلکہ وہ تو ایک تبادلے کا ذریعہ ہے تاکہ اس کے ذریعے اشیاء ضرورت خریدی اور فروخت کی جاسکے۔ نقدی کا نقدی سے تبادلہ کر کے اسے بذات خود نفع کمانے کا ذریعہ بنایا جائے تو اس سے بے شمار مفاسد پیدا ہوتے ہیں[54]۔

قرآن مجید کی ان آیات میں یہ اصول بیان کر دیا گیا وہ کاروبار جو شریعت کی رو سے درست نہیں جس میں مجبوروں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر بغیر کسی محنت کے منافع حاصل کیا جائے وہ ناجائز اور حرام ہے۔

خلاصہ

قرآن وحدیث میں بیان کی گئی اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حلال اور پاکیزہ رزق وہی ہے جو انسان اپنے ہاتھوں سے کمائے نیز اس رزق کا حصول شرعاً جائز بھی ہو۔ اس کے علاوہ اس رزق میں کسی غیر کا حق بھی نہ ہو اگر کسی کا حق ہے تو وہ کسی طرح بھی جائز اور درست نہیں۔ اسی طرح باطل طریقوں سے بھی رزق کا حصول ممنوع ہے یعنی رشوت، سود، جبر دھونس، ظلم وزیادتی، بھتہ خوری، چوری ڈاکے، اغوا برائے تاوان، منشیات کا کاروبار، خرید و فروخت میں ڈنڈی مارنا دھوکہ دینا، ملازمت یا مزدوری میں ڈنڈی مارنا یا اس میں خیانت کرنا سپرد کی گئی ذمہ داریوں کا پورا نہ کرنا بالفاظ دیگر کام چوری کرنا وغیرہ یہ سب باطل ذرائع ہیں جن سے حاصل ہونے والا رزق وروزی جائز اور حلال نہیں ہو سکتی۔

آخر میں ایک حدیث مبارکہ پیش خدمت ہے جو حرام خوروں کے لئے بہت بڑی وعید ہے، حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ، النَّارُ أَوْلَى بِهِ»[55] وہ گوشت جنت میں داخل نہیں ہو گا جو حرام سے پلا بڑا ہو، ہر وہ گوشت جو حرام سے پلا ہو وہ آگ کا زیادہ حقدار ہے۔ اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ رب کریم حلال اور طیب روزی کھانے اور حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حرام اور ناپاک روزی سے ہم سب کو محفوظ فرمائے آمین۔

المصادر والمراجع

(1) النبأ: 78/ 9-11.

(2) النجم: 53/ 39۔

(3) المائدہ: 5/ 1۔

(4) الاسراء: 17/ 34۔

(5) البقرہ: 2/ 177۔

(6) صحیح مسلم: مسلم بن حجاج أبو الحسن نیسابوری (ت 261ھ) دار احیاء التراث العربی، بیروت، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب، حدیث نمبر (1015): 2/ 703۔

(7) مسند امام احمد بن حنبل: احمد بن حنبل أبو عبد اللہ شیبانی (ت 241ھ) مؤسسہ الرسالہ، ط 1، 1421ھ/ 2001ء، بیروت، بتحقیق شعیب الارناؤوط، حدیث نمبر (5732): 10/ 24.

(8) فتح القدیر: محمد بن عبد الواحد کمال الدین ابن ہمام (ت 861ھ) مطبعہ مصطفیٰ محمد، مصر: 5/ 73-74۔

(9) سنن کبری: احمد بن الحسین البیہقی (ت 458ھ) دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط3، 1424ھ / 2003ء، بتحقیق عبد القادر عطا، کتاب الاجارہ، باب کسب الرجل وعملہ بیدیہ، حدیث نمبر (11695): 6/211.

(10) صحیح بخاری: محمد بن اسماعیل بخاری (ت 256 ھ) دار طوق النجاۃ بیروت، لبنان، کتاب البیوع، باب من لم یبال من حیث کسب المال، حدیث نمبر (2059): 3/ 55.

(11) المائدہ: 5/88۔

(12) مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر): محمد بن عمر فخر الدین رازی (ت 606ھ) دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ط3، 1420ھ: 5/185۔

(13) تبیان القرآن: سعیدی غلام رسول (ت 2016ء) لاہور رومی پبلیکیشنز ۱۹۹۹ء: 1/۹۵۴۔

(14) البقرہ: 2/267۔

(15) تبیان القرآن 1/۱۰۰۳۔

(16) تفسیر آیات الاحکام: محمد علی صابونی، مکتبہ کشیر القرآن، والحدیث پشاور: 1/۱۷۔

(17) سنن ترمذی، محمد بن عیسی ترمذی (ت 279ھ) دار الغرب الاسلامی، 1998ء، بیروت، بتحقیق بشار عواد، ابواب الاحکام عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ما جاء ان الوالد یاخذ من مال ولدہ، حدیث نمبر (1358): 3/32.

(18) صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، حدیث نمبر (2072): 3/ 57.

(19) بقرۃ: 2/188۔

(20) تفسیر کشاف: محمود بن عمر زمخشری (ت 538ھ) دار الکتاب العربی بیروت، ط3، 1407ھ/ 1/ 233.

(21) سابقہ مصدر۔

(22) تفسیر کبیر: 5/ 278.

(23) احکام القرآن: احمد بن علی جصاص (ت 370ھ) دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، تحقیق عبد السلام شاہین، ط1، 1415ھ/ 1994ء: 1/ 304.

(24) تفسیر کشاف: 1/ 63۔

(25) تفسیر کبیر: 5/ 130.

(26) تبیان القرآن: 1/ 740۔

(27) تبیان القرآن: 1/ 740-741۔

(28) مائدہ: 5/ 62۔

(29) احکام القرآن للجصاص: 2/ 540.

(30) احکام القرآن للجصاص: 2/ 541.

(31) احکام القرآن للجصاص: 2/ 540، مائدہ: 5/ 44۔

(32) معجم الاوسط: سلیمان بن احمد طبرانی (ت 360ھ) دار الحرمین قاہرہ، مصر، تحقیق طارق بن عوض اور عبد المحسن، حدیث نمبر (2026):2/295.

(33) النحل: 16/17-16۔

(34) تفسیر کبیر: 20/131.

(35) اعراف: 7/85۔

(36) ھود: 11/87۔

(37) ھود: 11/85-84۔

(38) الرحمن: 55/9۔

(39) الشعراء: 83-82۔

(40) المطففین: 1-5۔

(41) تفسیر کشاف: 4/718.

(42) تفسیر کشاف: 4/720.

(43) ضیاء القرآن: پیر کرم شاہ الازہری (ت 1998ء) تخلیق مرکز پرنٹرز، لاہور، 1402ھ، 5/515-516-

(44) النساء: 4/29۔

(45) تفسیر کشاف: 4/418.

(46) تفہیم القرآن: ابو الاعلیٰ مودودی (ت 1079ھ) ذے ٹائن پرنٹنگ پریس، لاہور، 2008ء: 1/۳۲۵۔

(47) البقرۃ: 2/275۔

(48) البقرۃ: 2/276۔

(49) تفسیر کبیر: 7/72.

(50) تدبر القرآن: امین احسن اصلاحی (ت 1997ء) کیو وائی پرنٹرز، لاہور، 2005ء: 1/639۔

(51) تفسیر آیات الاحکام للصابونی: ص ۲۷۸۔

(52) البقرۃ: 2/275۔

(53) صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب لعن اکل الربا وموکلہ، حدیث نمبر (1598): 3/1219۔

(54) توضیح القرآن (آسان ترجمہ قرآن): مفتی تقی عثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی: ص ۱۳۳۔

(55) مسند امام احمد، حدیث نمبر (14441): 22/332۔

★ ★ ★